شمارہ جنوری تا مارچ 2024

سال نو مبارک

اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ عَلَيْنَا، بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ
وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ، وَرِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ وَجِوَارٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ

اے اللہ اس چاند کو ہمارے اوپر امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور رحمان کی رضامندی اور شیطان کے بچاؤ کے ساتھ داخل فرما۔

www.algazali.org
qasmimag@gmail.com

الغزالی فورم

افکار قاسمی اراکین

فہرست مضامین

اداریہ

مدیر کے قلم سے

آج مسلمان جتنے بھی ترقی پزیر ہیں پر اتنے ہی زیادہ زوال پزیر بھی ہیں۔ آج ہر نعمت مسلمان حکمرانوں کے پاس موجود ہے، لیکن اس کے باوجود شکر ادا نہیں کرتے۔ عیاشی ہو، بڑی عمارتیں بنانے کا مقابلہ ہو، جائیداد خریدنے کی پہل ہو یا حکومت کی شان و شوکت دکھانا مقصود ہو، ہمارے حکمران سب سے آگے ہیں۔ اگر دنیا کی حکومتوں کا مقابلہ کرایا جائے تو بعید نہیں کہ ہمارے حکمران صف اول میں شامل ہوں گے۔ اس کے برعکس اگر کوئی مظلوم ہو، کوئی ضرورت مند ہو، کوئی مستحق ہو اور ان حکمرانوں کو پکار لے تو ان کو اپنی دنیا کی ظاہری عزت کا خوف ہونے لگتا ہے۔ ان کو سلطنت کھونے کا خوف ہوتا ہے، ان کو کہیں بادشاہت ختم نہ ہو جائے کا خوف ستاتا ہے۔ اس کی تازہ مثال فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کی پکار سن لیں۔ لیکن کسی حکمران میں غیرت نہ آئی کہ وہ آگے بڑھ کر کہتا:

"میرے مظلوم بھائیو! میں حاضر ہوں۔"

وہاں عالم کفر کو دیکھ لیجئے یہودی کی عیسائی اور عیسائی کی یہودی مدد کر رہا ہے۔ حالانکہ دونوں آپسی مخالف ہیں۔ لیکن اس معاملہ پر علی الاعلان ایک دوسرے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ ستاون اسلامی ممالک میں کسی ایک کو جرات نہ ہوئی کہ آگے بڑھتا اور اعلان کرتا۔ مدد کی کوشش کرتا، ان کے ساتھ شانہ بشانہ ہوتا۔ ہم تو اس نہج پر پہنچ گئے کہ ہمارے قلم خاموش ہو گئے، ہماری آوازیں بند ہو

گئیں، ہماری آنکھیں اندھی ہو گئیں، ہمارے کان بہرے ہو گئے۔ کیوں؟ سوال ہماری دنیاداری کا ہے۔ سوال ہماری سلطنت کا ہے۔ سوال ہماری شاہ خرچیوں کا ہے۔ سوال ہماری دنیاوی عزت کا ہے۔

یاد رکھو! اگر دنیا کے لیے کیا ایک دن خاک میں ملا دیئے جاؤ گے۔ بادشاہ سے فقیر بننے میں وقت نہیں لگے گا۔ مالدار سے بھکاری بننے میں لمحہ درکار ہو گا۔ ڈرتے کیوں ہو؟ تم روحانی بیٹے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے، تم روحانی بیٹے ہو حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے، تم روحانی بیٹے کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے، تم روحانی بیٹے کو سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے، تم روحانی بیٹے ہو طارق بن زیاد رحمہ اللہ کے۔ ہماری تاریخ ان عظیم بہادروں سے ملتی ہے گھبراتے کیوں ہو؟

تاریخ لکھی جائے گی کہ مصر کے پاس دریائے نیل تھا اور غزہ پیاسا تھا۔ تاریخ لکھی جائے گی کہ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے پاس تیل کے سمندر رتھے، جبکہ غزہ کے ہسپتالوں اور ایمبولینس کے لیے پیٹرول نہیں تھا۔ تاریخ لکھی جائے گی کہ مسلمانوں کے پاس 50 لاکھ سے زائد فوجی تھے، میزائل تھے، ٹیکنالوجی تھی، پھر بھی وہ غزہ میں معصوموں کا قتل عام نہ روک سکے۔ تاریخ لکھی جائے گی کہ سعودی عرب نے اربوں ڈالر ناچ گانے کی پارٹیوں پر نچھاور کر دیے۔ لیکن غزہ بھوکا تھا۔ تاریخ لکھی جائے گی کہ مسلمان قوم اپنے حکمرانوں کو تو موردالزام ٹھہراتی رہی لیکن پیپسی، کوک، سپرائٹ اور سٹنگ پینا چھوڑ سکی نہ میکڈونلڈ اور کے ایف سی کے برگر کھانا چھوڑ سکی اور نہ ہی دیگر یہود و نصاریٰ کی مصنوعات کی خرید و فروخت چھوڑا جا سکا۔

تاریخ لکھی جائے گی کہ مغرب میں لوگ اسرائیلی تباہ کاریوں کے خلاف سڑکوں پر نکلتی رہی لیکن مسلمان ممالک میں لوگ گھروں میں آرام سے رہے۔ تاریخ لکھی جائیں گی جب قوم تیار تھی تو بے حس حکمرانوں نے ورلڈ کپ کو نیشنل ٹی وی پر نشر کیا مگر مظلوم بھائیوں کی حالات قوم کو نہیں دکھا سکا۔

یاد رکھنا! اگر آج تم نے ان کی مدد نہیں کی۔ وقت آئے گا انہی لمحات میں تم بھی شامل کر دیئے جاؤ گے۔ تمہارے ہی سامنے تمہارے بچوں کی میتیں ہوں گی، تم پکارو گے اس وقت سننے والا کوئی نہیں ہو گا۔ اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ، رب کے حضور توبہ کر لو، آگے بڑھو۔۔۔ رب کی مدد و نصرت آنکھوں سے دیکھو گے۔

درس قرآن

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جواہرات سورۃ الفاتحہ حصہ دوم

الحمد للہ رب العالمین

(آدابِ دعا) کہ دعا مانگنے والے دعا سے پہلے حمد و ثنا باری کریں۔

الحمد للہ رب العالمین

اپنی عاجزی اور توحید باری کا اقرار کریں اللہ تعالیٰ کو صفاتِ کمال سے موصوف مانیں۔

الحمد للہ ... ایاک نعبد

اعمالِ صالحہ حمد و عبودیت کا وسیلہ اختیار کریں۔

الحمد للہ ...تا ... یوم الدین۔

اَمراضِ قلب سے شفا اس سورۃ میں بیان کردہ عقائد اپنانے سے حاصل ہو گی۔

اِیّاک نعبد واِیّاک نستعین

امراضِ بدن سے شفا عبادۃ اور احکامِ الٰہی کی پیروی سے حاصل ہو گی

اِیَّاکَ نعبد واِیَّاکَ نستعین

مرض رِیاء کا علاج **اِیَّاکَ نعبد** میں مرض کبر کا علاج **واِیَّاکَ نستعین** میں ہے۔

غیر المغضوب علیھم ولا الضَّآلّین

غضب وضلال مہلک مرض ہیں غضب فساد قصد سے اور ضلال فسادِ علم سے پیدا ہوتے ہیں۔ (جاری ہے)

خلیل بن مرہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نہیں سوتے تھے یہاں تک کہ سورۃ ملک اور حم سجدہ کی تلاوت فرماتے اور آپ نے فرمایا:

الحوامیم سبع وابواب جھنم سبع:

جھنم، والحطمة، ولظی، والسعیر، وسقر، والھاویة، والجحیم، وقال: نجی، کل خم منھا یوم القیامة، احسبه قال: تقف علی باب من ھذہ الابواب فتقول: اللھم لا تدخل ھذا الباب کل من یؤ من بی ویقرؤنی (بیھقی وقال ھذا منقطع والخلیل بن مرة فیه نظر)

ترجمہ: حوامیم سات ہیں اور جہنم کے دروازے بھی سات ہیں: جہنم، حطمہ، لظی، سعیر، سقر، ہاویہ، جحیم۔ اور فرمایا ہر حامیم ان سب پر روز قیامت آئے گی اور ان دروازوں میں سے ہر دروازہ پر کھڑی ہو گی اور اللہ کے سامنے التجاء کرے گی اے اللہ ہر وہ آدمی جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھے پڑھتا تھا اسے اس دروازے سے داخل نہ فرما۔

اللہ رب کریم سے دعا ہے کہ ہم گنہگاروں کی جہنم سے حفاظت فرمائے اور اس وقت تک موت نہ آئے جب تک اللہ رب کریم ہم سے راضی نہ ہو جائے آمین۔

درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ دوم)

عَنْ اَنَسٍ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَۃِ مَالَہٗ تَرِبَتْ جَبِیْنُہٗ۔ (کنز العمال جلد ۷ ص ۸۲)

حضور علیہ السلام یاوہ گوئی نہیں کرتے تھے نہ لعنت کرتے نہ گالی دیتے بلکہ ناراضگی کے وقت کہتے اسے کیا ہے؟ اس کی پیشانی مٹی آلود ہو۔ (کنز العمال جلد ۷ ص ۸۲)

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشَدُّ حَیَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِہَا فَاِذَا رَأَی شَیْئًا یَکْرَہُہٗ عَرَفْنَاہُ فِیْ وَجْہِہٖ۔
متفق علیہ

"آپ علیہ السلام پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیاء و شرم والے تھے۔ جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ہم ناگواری کے آثار آپؐ کے چہرہ انور میں محسوس کر لیتے"

لَمْ یَکُنْ یَسْرُدُ الْحَدِیْثَ کَسَرْدِکُمْ کَانَ یُحَدِّثُ حَدِیْثًا لَوْ عَدَّہُ الْعَادُّ لَاَحْصَاہُ۔ متفق علیہ

آپؐ بات کو تمہاری طرح لگاتار کہتے نہیں جاتے تھے بلکہ بات ایسے ٹھہر ٹھہر کر کرتے اگر کوئی گننے والا گننا چاہے تو آرام سے گن لے۔ متفق علیہ

كَانَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ۔ (رواہ البخاری)

آپ گھر کے کام میں مصروف ہوتے، جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کی طرف تشریف لے جاتے۔

مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدُ النَّاسِ مِنْهُ۔

اگر آپ کو دو کاموں میں اختیار ہوتا تو آپؐ آسان کام کرنا اختیار کرتے بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہو۔ اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دوری اختیار کرتے۔

وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْئٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ يُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا۔
متفق علیہ

آپؐ اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ نہ لیتے تھے اگر دین الٰہی کی بے حرمتی کا مسئلہ ہوتا تو آپؐ اللہ کے لئے انتقام لیتے۔

قرآنِ کریم کتاب قراءت ہی نہیں کتابِ ہدایت بھی ہے، اس کی ہدایت کا دائرہ ساری انسانیت کو محیط ہے۔ (بقرہ: ۱۸۵) اس میں پہلی امتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں، آئندہ رونما ہونے والے حوادث کی آگہی ہے، اور زمانۂ حال کے مسائل کا حل ہے، اس کی باتیں فیصلہ کن ہیں، یہ دل لگی کی باتیں نہیں ہیں، جو سرکش اسے چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو توڑ دیں گے اور جو قرآن کریم سے ہٹ کر ہدایت تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کر دیں گے، یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے، یہ حکمت بھرا نصیحت نامہ ہے اور یہ سیدھا راستہ ہے۔

(ترمذی، باب فضائل قرآن، حدیث: ۲۹۱۸)

تمھیں دیکھا کبھی ہم نے، ہے اپنوں کی جفاؤں میں

محمد زبیر زائر

تمھیں دیکھا کبھی ہم نے، ہے اپنوں کی جفاؤں میں
کبھی غیروں کی غیرت میں کبھی ان کی اداؤں میں

حدیثوں کے جواہر میں تو قرآں کی صداؤں میں
جبینِ شوق کے سجدوں میں، رحمت کی گھٹاؤں میں

کبھی تیری عطاؤں میں کبھی اپنی خطاؤں میں
کبھی ویران دل میں تو کبھی دل کے خلاؤں میں

کبھی ماں باپ کی الفت، محبت میں، وفاؤں میں
کبھی ان کی عطا کردہ حسیں، میٹھی دعاؤں میں

کبھی درد جگر میں تو کبھی کامل شفاؤں میں
شب فرقت کی وحشت میں تو اس دل کی خزاؤں میں

تھا پیاسا میں محبت کا، رہا ڈوبا جفاؤں میں
کبھی دیکھا تمھیں دنیا کی ایسی انتہاؤں میں

صداقت میں، عدالت میں، سخاوت میں، شجاعت میں
ابوبکر و عمر، عثماں، علی کی ان اداؤں میں

زمانے کی کسی بھی چال پر دل ٹوٹ جائے تو
ترا ہی نام ہوتا ہے مرے دل کی صداؤں میں

مرے مولا! مجھے اپنا بنا لے! تیرا بندہ ہوں
گناہوں سے بچا لے مجھ کو فتنوں میں، وباؤں میں

مہک تیری چمن میں بھی، جھلک تیری سمن میں بھی
سمایا ہے تو ہر ذرے میں، ہر شے میں، فضاؤں میں

مجھے تسلیم ہے سب کچھ لٹا آیا، گناہوں میں
کھڑا ہوں اب، فقط "لاتقنطو" کی پاک چھاؤں میں

ہے مولا کی عطا توفیق توبہ بھی، زہے قسمت
اگر "زائر" ہے شامل ہر خطا میری خطاؤں میں

بن کے کلِ انبیاء کا امام آ گیا

حافظ زین العابدین زینی

بن کے کلِ انبیاء کا امام آ گیا
بزم ہستی میں خیر الانام آ گیا

درد دُکھیوں کے سب دور ہونے لگے
پھول کلیوں پہ بھی ابتسام آ گیا

تھا بہت منتظر جن کا سارا جہاں
آخری لے کے رب کا پیام آ گیا

دور رنج و الم ہو گئے با خدا
میرے ہونٹوں پہ جب اُن کا نام آ گیا

کاش روزے پہ جا کر یہ زینی کہے
تیرے در پہ یہ تیرا غلام آ گیا

مفتی اعظم ہند حضرت

مولانا کفایت اللہ دہلوی

محمد داؤد الرحمن علی

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اپنے وقت کے مُفسّر، محدّث، فقیہِ دوراں، ادیب، شاعر، فقیہ الاُمّت، ابُو حنیفۂ زماں، مُدبّر سیاست داں، سرخیل جماعت علماءِ دیوبند، ہندوستان کے بِالاتفاق مفتیٔ اعظم تھے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو بھارت کے صوبے اتر پردیش کے علاقہ شاہ جہاں پور محلہ سب زئی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب شیخ جمال یمنی سے جاملتا ہے جنھوں نے جزیرۂ عرب کے ساحلی خطے یمن سے ہجرت کر کے ہندوستان میں سکونت اختیار کی تھی۔ آپ کے والد ماجد شیخ عنایت اللہ نہایت نیک نفس اور صاحبِ تقویٰ آدمی تھے۔ اعلیٰ کردار اور نرم گفتار کی بدولت خاندان اور احباب واقران میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی عمر جب پانچ سال ہوئی تو ایک مقامی عالم دین حافظ برکت اللہ صاحب کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ قرآن پاک پڑھنے کے بعد اردو، فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا نسیم اللہ کے پاس پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا اعزاز حسن خان کے مدرسہ اعزازیہ محلہ خلیل شرکی میں داخل ہوئے۔ یہ مدرسہ اپنے قابل اور باصلاحیت اساتذہ کے حوالے سے بہت مشہور تھا۔ حضرت مفتی صاحب کی شخصیت بھی اسی مردم ساز ادارے سے زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوئی۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں حافظ بدھن خان اور مولانا عبید الحق خان صاحب سے پڑھیں۔ یہ دونوں حضرات نہایت مشفق، جوہر شناس اور اصحابِ فہم وفراست تھے۔ مولانا عبید الحق خان صاحب کی دور رس نگاہوں نے اس دُرِّ یکتا اور جوہرِ قابل کو پہچان لیا اور اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کیلئے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند

بھیجنا چاہا مگر والدین غربت و ناداری اور مسافت کی دوری کی وجہ سے رضامند نہ ہوئے۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ فی الحال آپ کو مدرسۃ الغرباء شاہی مسجد مراد آباد بھیج دیا جائے جو دارالعلوم ہی کی ایک شاخ تھی۔

۱۳۱۰ ہجری میں حضرت مفتی صاحب کو اپنے رفیقِ درس حافظ عبدالمجید سمیت مدرسۃ الغرباء میں داخل کرایا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ مراد آباد میں آپ نے دو سال پڑھا۔ ان دو سالوں میں آپ نے اس دور کے نابغہ روزگار ہستیوں کے چشمہ ہائے صافی سے اپنے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔ جن میں مولانا عبدالعلیم میرٹھی صاحب، مولانا محمد حسن صاحب اور مولانا محمد حسن سہسوانی صاحب خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۱۳۱۲ ہجری میں آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اس وقت دارالعلوم کے صدر مدرس شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ تھے۔ دارالعلوم میں آپ کی تعلیمی مدت تین سال ہے۔ اس دوران آپ نے آسمانِ علم و عمل کے جن درخشاں ستاروں سے نشان منزل پایا ان میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ اور مولانا عبدالعلیم میرٹھیؒ جیسے اساتذہ کے نام شامل ہیں۔

دیوبند اور مراد آباد کے قیام کے دوران کھانے کا انتظام مدرسے کی طرف سے تھا۔ تعلیم کے دیگر اخراجات خود ہی برداشت کرتے تھے۔ آپ کے والد ماجد نہایت مفلس اور نادار تھے اور خطِ غربت سے بھی نیچے خندہ روئی سے گزر بسر کر رہے تھے، اس لئے وہ آپ کے اخراجات کے متحمل نہ تھے۔ آپ دھاگے کی ٹوپی کروشیا سے بُنتے اور فروخت فرمایا کرتے تھے۔

دو تین دن میں ایک ٹوپی تیار ہوتی جو دو روپے میں فروخت ہوتی تھی جس سے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اپنے تعلیمی اخراجات پورا کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد وطن مالوف واپس تشریف لے آئے۔

وطن واپسی پر اولین مربی و استاذ مولانا عبیدالحق خانؒ کے حکم پر ان کے مدرسہ ''عین العلم'' میں تدریس شروع کی۔ ۵ سال تک مدرسہ ''عین العلم'' کے متعلمین کو علم و حکمت سے سیراب فرماتے رہے۔

۱۳۲۱ ہجری میں آپ کے مشفق استاد و مربی مولانا عبیدالحق خان صاحب کی وفات ہو گئی تو آپ نے جامعہ عین العلم سے استعفیٰ دے دیا اور جامعہ امینیہ دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں پر آپ مسندِ حدیث و افتاء پر جلوہ افروز ہوئے۔ رمضان المبارک ۱۳۳۸ ہجری میں جامعہ امینیہ کے مہتمم مولانا امین الدین صاحب کا انتقال ہو گیا تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے مدرسہ کا انتظام و اہتمام آپ کے سپرد کر دیا۔ اس وقت سے لے کر تادمِ حیات آپ مدرسہ امینیہ کے مہتمم اور صدر مفتی کے عہدہ پر فائز رہے۔

آپؒ طرزِ تدریس اور طریقہ تعلیم میں حضرت مفتی صاحب اپنے استاد حضرت شیخ الہند کے نقشِ قدم پر چلے تھے۔ آپکی تقریر انتہائی مختصر اور جامع ہوتی۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے امام ربّانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہاتھپر بیعت فرمائی اور سلوک کے منازل طے فرمائے۔ آپؒ کسی کو بیعت نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اگر کوئی اصرار کراتو آپؒ حضرت تھانویؒ ی، حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، حضرت مولانا مدنیؒ، حضرت مولانا الیاس کاندھلویؒ میں کسے کسی ایک کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

جب فتنہ قادیانیت نے سر اٹھانا شروع کیا تو بہت سے علماء نے ان کا رد لکھا۔ مولانا محمد اکرام اللہ خانؒ نے قادیانیت کے رد میں بہت سے مضامین لکھے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے ان مضامین کو ناکافی سمجھ کر خود ایک رسالہ ''البرہان'' جاری کیا، جس کے مدیر آپ خود تھے۔ اس کا پہلا شمارہ شعبان ۱۳۲۱ھ میں شائع ہوا جس کی برکت سے دنیا پر قادیانیت کا حقیقی چہرہ اور پس پردہ کارفرما عناصر کے مقاصد ظاہر ہو گئے۔ نتیجتاً قادیانیت کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

آپؒ ایک عظیم مفتی اور فقیہ تھے۔ آپؒ کے فتاویٰ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ بہت مختصر فتاویٰ لکھتے تھے۔ آپؒ کے فرزند حضرت مولانا حفیظ الرحمن صاحب واصف دھلویؒ نے آپؒ کے فتاویٰ کو مرتب کرکے ''کفایت المفتی'' کے نام سے 9۔ جلدوں میں شائع کیا۔ آپ کی دوسری مشہور تصنیف ''تعلیم الاسلام'' ہے جو سوال وجواب کے طرز پر اسلامی مدارس کے بچوں کے لئے نہایت سلیس ہے جو چار حصوں میں لکھی گئی ہے۔ مدارس کے نصاب میں آج بھی طلباء کرام کو پڑھائی جاتی ہے۔ یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ انگریزی، ھندی اور دنیا کے بہت سی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ عربی کے قادر الکلام شاعر تھے، آپ کی عربی شاعری کا ایک مختصر رسالہ ''روض الریاحین'' بھی شائع ہوا۔

حضرت مولانا حافظ اعزاز علی صاحب امروہویؒ (استاذ الفقہ والادب دارالعلوم دیوبند) حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) اور حضرت مولانا حافظ احمد سعید صاحب دھلویؒ (ناظم اول جمعیۃ علماء ہند) جیسے علماء آپؒ کے محبوب اور خاص تلامذہ میں سے تھے۔

یکم اکتوبر 1952ء مطابق 9۔ محرم الحرام 1372ء کو طبیعت گراوٹ شروع ہوگئی، تین ماہ کی سخت علالت کے بعد 13 ربیع الثانی 1372ء مطابق 31۔ دسمبر 1952ء چہار شنبہ شب کو دس بجکر پچیس منٹ پر یہ علم وعمل کا چراغ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ اِنّا للہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تقریباایک لاکھ آدمیوں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور جنازہ لے جاتے وقت یہ تعداد بڑھ چکی تھی۔ آپؒ کی نماز جنازہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے پڑھانی تھی لیکن وقت پر نہ پہنچ پانے کے باعث حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ نے پڑھائی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار کے جنوبی دروازہ کے چبوترہ پر ہمیشہ کے لیے آسودہ خاک ہو گئے۔

اللہ پاک ہمیں حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

غیبت ایک لذیذ گناہ

عبد المتین مدیر مدرسہ دار ارقم

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (12) الحجرات

کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تو تم ناپسند کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

غیبت کی تعریف:

نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا بھائی تمہارے سامنے نہیں موجود نہیں اور تم اس کا ذکر اس طرح کرو کہ اگر وہ موجود ہوتا تو اسے برا لگتا تو سمجھو یہ غیبت ہے۔

غیبت اور عزت و آبرو کی دھجیاں اڑانا:

دین اسلام کے مقاصد میں شامل ہے کہ مال، عزت آبرو اور جان کو ہر حال میں تحفظ ملے۔ غیبت ایک ایسا گناہ ہے جس کا تعلق براہ راست انسان کی عزت و آبرو کے ساتھ ہے۔ گویا جو شخص غیبت کا شکار ہو جائے وہ اپنے بھائی کی عزت و آبرو کے ساتھ کھیل رہا ہے جو کسی صورت جائز نہیں بلکہ بہت بڑا جرم ہے۔

غیبت اور آدم خوری:

سورہ حجرات کی مذکورہ آیت میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ آدم خوری کرے یعنی انسانی گوشت کھائے اور گوشت بھی کسی زندہ انسان کا نہیں بلکہ مردے کا اور وہ مردہ بھی کوئی غیر نہیں بلکہ تمہارا اپنا بھائی مزید فرمایا کہ جب تم اس قدر گراوٹ جیسی حرکت نہیں کر سکتے اور ایسا سوچ بھی نہیں تو غیبت بھی اتنا ہی بڑا جرم ہے لہذا اس سے بھی بچو اور اللہ سے اور اللہ کے بندوں سے معافی مانگو اللہ بے شک معاف کرنے والا ہے۔

غیبت ایک عظیم گناہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر میں کچھ ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے ناخن لوہے کے ہیں اور وہ اپنے چہرے اور سینوں کو زخمی کر رہے ہیں پوچھنے پر پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو غیبت کر کے اپنے بھائیوں کی عزتوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔

غیبت گناہ کبیرہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ غیبت گناہ کبیرہ میں شامل ہے ایسے ہی جیسے چوری، شراب، بدکاری وغیرہ۔

بہت سے گناہ ایسے ہیں جن کا تعلق اللہ سے ہے جنہیں ہم حقوق اللہ کے نام سے جانتے ہیں جنہیں اللہ توبہ کے بعد معاف فرما دیتے ہیں۔ لیکن کچھ گناہ ایسے ہیں جو حقوق العباد کہلاتے ہیں، جن کی معافی جب تک اس بندے سے نہ ملے معاف نہیں ہوتے۔

غیبت مجلس کا لذیذ ترین گناہ:

ہماری مجالس میں اکثر غیبت ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ بظاہر اس قدر شیریں لذیذ اور میٹھا گناہ ہے کہ ایک مرتبہ تذکرہ چل پڑے تو رکنے کو دل نہیں چاہتا۔ غیبت جس طرح کرنا حرام ہے ویسے ہی غیبت سننا بھی حرام ہے اور غیبت والی مجلس میں جان بوجھ کر بیٹھے رہنا بھی حرام ہے۔

ایسی مجلس میں اگر کوئی بیٹھا ہو تو پہلے کوشش کرے کہ غیبت کرنے والے کو منع کرے، روکنے کی کوشش کرے، اس میں دل شکنی کا خوف نہ رکھے بلکہ دین شکنی کی فکر کرے۔ اگر سامنے والا بات نہیں مان رہا تو کوشش کرے کہ موضوع بدل دے، اگر یہ بھی نہ ہو تو سکے تو آخری حل یہ ہے کہ اس مجلس سے ہی اٹھ کر چلا جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں تو سامنے بھی کہتا ہوں تو واضح کیا جائے کہ وہ آپ کا مسئلہ ہے لیکن اس وقت آپ پیٹھ پیچھے ہی بات کر رہے ہیں جو کہ غیبت ہے۔

غیبت اور آپسی تعلقات:

غیبت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ دلوں سے محبت، احترام اور تعلق کو دیمک کی طرح کھوکھلا کر دیتا ہے، جس گھر یا دفتر میں غیبت کا ماحول پیدا ہو تو وہاں آپس کے تعلقات میں ہمدردی اور صلہ رحمی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

جس معاشرے میں لوگ ایک دوسرے کی ذات کو گلی سڑک دہلیز اور قہوہ خانوں میں موضوع بناتے ہیں تو وہاں اتحاد و الفت کا پیدا ہونا محال ہو جاتا ہے۔ بلکہ غیبت کا عمل آہستہ آہستہ دلوں میں نفرت عداوت کو مضبوط کرتا ہے اور اک معمولی سا اشارہ اس اندر کی آگ کو شدید جھگڑے میں بدل دیتا ہے۔

غیبت ایک نشہ:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں جو شخص آپ کے ساتھ بیٹھ کر کسی کی غیبت کرے تو یہ بات یقینی ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ بیٹھ کی آپ کی غیبت بھی ضرور کرے گا، کیونکہ غیبت ایک لت اور بیماری ہے جو ہر جگہ اپنا نشہ پورا کرنا چاہتی ہے۔

لہذا بعض اوقات ایک گھر یا معاشرے میں کوئی ہمارے ساتھ بیٹھ کر کسی کی غیبت کرتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ میرا خیر خواہ ہے میرے دشمنوں کے خلاف ہے جبکہ وہ کسی کا دوست نہیں ہوتا بلکہ ایک بیمار نشئی کی طرح اپنا نشہ پورا کر رہا ہوتا ہے جسے یہ موقع کل پرسوں آپ کے دشمن کی مجلس میں بھی مل سکتا ہے۔

غیبت کا علاج:

حضرت تھانوی رحمۃاللہ علیہ غیبت کا علاج یہ ذکر فرماتے ہیں کہ جب بولے تو سوچ سمجھ کر بولے اور اپنی مجلس میں موجود لوگوں کے علاوہ کسی تیسرے کا تذکرہ ہی نہ کرے چاہے وہ اچھا تذکرہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ عام طور پر کسی کی اچھائی کا تذکرہ کرتے کرتے ہم اگر مگر لیکن کا یوٹرن لے کر غیبت کی شارع پر نکل پڑتے ہیں اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا۔

زبان کی حفاظت اور غیبت:

امام شافعیؒ سے جب کوئی سوال کرتا تو جواب دینے سے پہلے کچھ دیر خاموش رہتے کہ اس کا جواب دینا ضروری بھی ہے یا نہیں۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ :

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ(۱۸ق)

وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے۔

اچھی یا بری ہماری ہر بات نوٹ ہو رہی ہے ،اور نوٹ کون کر رہا ہے فرمایا وہ "عتید" ہے یعنی ہر وقت تیار بیٹھا ہوا ہے ہماری حرکات و سکنات کو نوٹ کرنے کے لیے۔

نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو نصیحت فرمائی کہ اپنی زبان پر قابو رکھنا، حضرت معاذ رض نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا زبان کی وجہ سے بھی بازپرس ہو گی ؟ نبی ﷺ نے فرمایا:

بہت سے لوگ قیامت کے دن زبان کی وجہ سے اوندھے منہ پڑے رہیں گے ہلاک ہوں گے۔

زبان ہمارے لیے ایک سرکاری مشینری ہے جو مفت میں مل چکی ہے تبھی اس کا اندھا دھند استعمال عام نظر آتا ہے۔

جب چاہا بے دھڑک استعمال کیا، گالم گلوچ ،غیبت ،گانا بجانا، فضولیات وغیرہ جبکہ اس کے درست استعمال سے ہم نیکیوں کا خزانہ سمیٹ سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ :

"كَلِمَتَانِ خفيفتان على اللسان، ثقيلتان في الميزان، حبيبتان إلى الرحمن: سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم "(صحیح)

"دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں، میزان میں بڑے وزنی ہیں، رحمٰن کو بڑے محبوب ہیں وہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" ہیں۔

اللہ کے نیک بندے

محمد شعیب

حضرت داؤد بن رشید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ملک شام میں دو حسین و جمیل عبادت گزار نوجوان رہتے تھے- کثرت عبادت اور تقویٰ و پرہیز گاری کی وجہ سے انھیں، صبیح اور ملیح، کے نام سے پکارا جاتا ہے-

انھوں نے اپنا ایک واقعہ کچھ یوں بیان کیا: ایک مرتبہ ہمیں بھوک نے بہت زیادہ تنگ کیا- میں نے اپنے رفیق سے کہا: آؤ، فلاں صحرا میں چل کر کسی شخص کو دین متین کے کچھ اَحکام سکھا کر اپنی آخرت کی بہتری کے لیے کچھ اِقدام کریں؛ چنانچہ ہم دونوں صحرا کی جانب چل پڑے، وہاں ہمیں ایک سیاہ فام شخص ملا جس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا تھا- ہم نے اس سے کہا: بتاؤ! تمہارا رب کون ہے؟-

یہ سن کر اس نے لکڑیوں کا گٹھا زمین پر پھینکا اور اس پر بیٹھ کر کہا: مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ تیرا رب کون ہے؟ بلکہ یہ پوچھو: ایمان تیرے دل کے کس گوشے میں ہے؟- اس دیہاتی کا عارفانہ کلام سن کر ہم دونوں حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے- وہ پھر مخاطب ہوا: تم خاموش کیوں ہو گئے، مجھ سے پوچھو، سوال کرو، بے شک طالب علم سوال کرنے سے باز نہیں رہتا-

ہم اس کی باتوں کا کچھ جواب نہ دے سکے اور خاموش رہے- جب اس نے ہماری خاموشی دیکھی تو بارگاہ خداوندی میں اس طرح عرض گزار ہوا:

اے میرے پاک پروردگار! تو خوب جانتا ہے کہ تیرے کچھ ایسے بندے بھی ہیں کہ جب وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں تو تو انھیں ضرور عطا فرماتا ہے-میرے مولا! میری ان لکڑیوں کو سونا بنادے-

ابھی اس نے یہ الفاظ آدا ہی کیے تھے کہ ساری لکڑیاں چمک دار سونا بن گئیں-اس نے پھر دعا کی: اے میرے پروردگار! بے شک تو اپنے اُن بندوں کو زیادہ پسند فرماتا ہے جو شہرت کے طالب نہیں ہوتے-میرے مولا! اس سونے کو دوبارہ لکڑیاں بنادے-اس کا کلام ختم ہوتے ہی وہ سارا سونا دوبارہ لکڑیوں میں تبدیل ہو گیا-اس نے لکڑیوں کا گٹھا اپنے سر پر رکھا اور ایک جانب روانہ ہو گیا-

ہم اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑے رہے اور کسی کو اس کے پیچھے جانے کی جرأت نہ ہوئی- اللہ سبحانہ وتعالی کے اس نیک بندے کا ظاہری رنگ اگرچہ سیاہ تھا؛ لیکن اس کا باطن نورِ معرفت و ایمان سے منور و روشن تھا۔(عیون الحکایات ابن الجوزی مترجم: 2/246 تا 247)

اسماء الحسنیٰ (قسط اول)

طاہرہ فاطمہ

اپنے مربی و محسن کی معرفت اور اس کے ساتھ اچھے تعلقات حقیقی وفاداری کی علامت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اکیلا خالق و مالک ہے۔ وہی ہے جو مصور و رزاق ہے۔ انسان کے لئے اپنے خالق کی معرفت اور اس کا ادب و احترام انسان کی اپنی ضروریات سے بھی مقدم ہے، کیونکہ یہی وفا ہے، اسی میں عزت ہے اور اسی میں حکم ربانی کی تعمیل بھی ہے جس میں دنیا کی سعادت اور آخرت کی کامیابی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان، ایمان بالغیب میں سے ہے، اور عقل بھی ایک خالق کے وجود کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ اللہ عزوجل کا احسان عظیم ہے کہ اس نے خود ہی اپنا تعارف اپنے پیارے ناموں کے ذریعہ بیان کیا ہے۔ لہذا اپنے خالق کو اسی کے بتائے ہوئے طریقہ سے جاننا اور اس کے ساتھ تعلق رکھنا شرعی فریضہ بھی ہے اور فطرت انسانی کا تقاضا بھی ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ کے نام لاتعداد میں لیکن رب نے ہمیں محدود علم کی وجہ سے واقفیت بھی محدود ناموں سے ہی کروائی ہے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ جن میں سے کچھ ناموں کی مختصر وضاحت اس کتابچہ میں موجود ہے۔ یہ نام جہاں اللہ تعالیٰ کا تعارف ہیں وہیں خالق حقیقی سے تعلق کا سب سے مضبوط ذریعہ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ (سورۃ الاعراف آیت 180)

اور اسمائے حسنیٰ (اچھے اچھے نام) اللہ ہی کے ہیں، لہذا اسے انہیں کے ناموں سے پکارو۔

لہذاان ناموں کو جہاں سمجھنا ضروری ہے وہاں انہی ناموں کے وسیلہ سے اپنے رب سے مانگنا بھی ضروری ہے۔ان ناموں پر صحیح کامل ومضبوط ایمان جہاں قلب مسلم میں رحمن کی محبت وانسیت پیدا کرتا ہے وہیں اس یکتا قادر مطلق پر اعتماد و بھروسہ بھی مضبوط کرتا ہے۔ اور پھر جو عبادت اس الواحد الاحد کی معرفت کے بعد ہو اس عبادت کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔کیونکہ ایسی عبادت میں محبت بھی ہوتی ہے اور امید وخوف بھی۔پھر ایک دائمی عبادت کا سلسلہ برقرار رہتا ہے۔

اسمائے الٰہی کو قرآن مجید میں اسمائے حسنیٰ سے بیان کیا گیا ہے جس کے معنی بہترین اور خوب ترین ہیں۔اسمائے باری تعالیٰ کو حسنی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان ناموں پر جس پہلو سے غور کیا جائے خواہ علم و دانش کی رُو سے اور خواہ قلبی احساسات وجذبات کے اعتبار سے یہ عمدگی ہی عمدگی اور حسن ہی حسن نظر آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نام خود رکھے ہیں۔قرآن مجید میں جتنے بھی اسمائے الٰہی مذکور ہیں سب کے سب توقیفی ہیں۔یعنی کسی انسان کے تجویز کردہ نہیں بلکہ خود اللہ عزوجل نے ارشاد فرمائے ہیں اور ہر اسم موقع ومحل کی مناسبت سے بیان فرمایا ہے۔اسمائے الٰہی میں اپنی جانب سے یا اپنی عقل اور ذوق سے اضافہ درست نہیں۔قرآن مجید نے اسمائے الٰہی میں الحاد یعنی کج روی سے روکا ہے۔سورۃ اعراف میں ارشاد ہے:

وَ ذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىٕهٖ (سورۃ الاعراف آیت 180)

اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد کا معنی ومفہوم:

اللہ تعالیٰ کے سب یا کچھ ناموں کو اللہ تعالیٰ کے لئے ماننے سے انکار کر دینا، یا ناموں کا اقرار کرنا لیکن ان ناموں کو بے معنی سمجھنا یا ان ناموں سے وہ معنی مراد لینا جو ظاہری معنی کے خلاف ہو یا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں مذکور صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ یا مثل ماننا، یہ سب شکلیں الحاد کہلاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ ذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىٕهٖ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورۃ الاعراف آیت 180)

اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں، وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کا بدلہ انہیں دیا جائے گا۔

جو ان ناموں کا "احصاء" کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا:

نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

"اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں (ان کی فضیلت یہ ہے کہ) جو ان ناموں کا "احصاء" کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا"۔(بخاری ومسلم)

حدیث میں مذکور لفظ "احصاء کا معنی:

احصاء کا معنی ان ناموں کو یاد (حفظ) کرنا اور ان پر ایمان رکھنا۔ اور پھر یہ ایمان اس بات کا متقاضی ہے کہ ان ناموں کے معنی و مفہوم کا صحیح علم ہو اور ان ناموں کے مطابق عمل بھی کیا جائے، ساتھ ساتھ ان ناموں سے حاصل ہونے والی تاثیر انسان کے دل، زبان اور بقیہ اعضائے جسم پر نظر بھی آئیں، جبکہ ان ناموں کے ساتھ ایسا تعلق رکھنے میں لوگ اپنی اپنی کوششوں کے حساب سے مختلف درجات رکھتے ہیں اور اللہ تعالی کا فضل بھی اسی حساب سے نصیب ہوتا ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی صحیح معرفت نصیب کرے اور ہیں توفیق دے کہ ہم اس کے پیارے ناموں اور عمدہ صفات کے ذریعہ سے اس کی پہچان حاصل کر کے ہمیشہ ہمیشہ صرف اسی کی عبادت کرتے رہیں۔

اَللّٰهُ

اللہ کا خاص نام جو اس کے علاوہ کسی کے لیے استعمال نہیں ہوتا اور اس کے معبود برحق ہونے پر دلالت کرتا ہے، اسی کے آگے تمام مخلوق محبت، تعظیم، انکساری کے ساتھ سر جھکاتی ہے، اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے متوجہ ہوتی ہے، یہ نام اللہ تعالی کے تمام اسماء کے معانی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ قرآن میں اس نام کا ذکر 2734 مرتبہ ہوا ہے۔

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (سورۃ طہ آیت 14)

حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے میری عبادت کرو اور مجھے یاد رکھنے کے لیے نماز قائم کرو۔

اَلرَّحْمٰنُ ❖ اَلرَّحِيْمُ

(رحمن، رحیم)

یہ دونوں نام اللہ تعالی کی اپنی تمام مخلوقات پر کامل رحمت کی علامت ہیں کہ اسی نے انہیں پیدا کیا اور مکمل رہنمائی فرمائی، اسی طرح خاص مومنوں کے لیے دنیا و آخرت میں خصوصی رحمت الہی پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے اور قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی اس نے قیدیوں میں اپنے بچے کو پایا اس نے اسے اٹھا کر اپنے پیٹ سے لگایا اور اسے دودھ پلانا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا تمہارا کیا

خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے عرض کیا اللہ کی قسم جہاں تک اس کی قدرت ہوئی ہے اسے نہیں پھینکے گی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰہُ أَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا

اس عورت کے اپنے بچہ پر رحم کرنے سے زیادہ اللہ اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۷۵۴)

قرآن میں لفظ "**الرحمن**" 57 مرتبہ اور "**الرحیم**" 123 مرتبہ آیا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (سورۃ الرحمن آیت 1، 2)

وہ رحمن ہی ہے جس نے قرآن کی تعلیم دی۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ المزمل آیت 20)

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

اَلْمَلِكُ ❖ اَلْمَلِيْكُ ❖ اَلْمَالِكُ

(حقیقی بادشاہ، بادشاہ، آقا)

جو آسمانوں زمینوں اور ان میں جو کچھ ہے ان کا اکیلا مالک ہے۔ اس کے اوپر کسی کا حکم نہیں چلتا اور ہر چیز اس کے تابع ہے۔ وہ مالک کل ہے اور ہر چیز پر تصرف کا اختیار رکھتا ہے اور **الملیک** کا مطلب ہے کہ اس کی بادشاہت عظیم اور بے پایاں ہے۔ حدیث میں اس مضمون کو اور زیادہ کھول دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی ایک ہاتھ میں آسمانوں اور دوسرے ہاتھ میں زمین کو لے کر فرمائے گا

أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الدَّيَّانُ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟

میں ہوں بادشاہ، میں ہوں فرمانروا، اب کہاں ہیں وہ زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں وہ جبار؟ کہاں ہیں وہ متکبر؟ (تفہیم القرآن، ج3، الفرقان، ص446، 447، حاشیہ 39)

قرآن میں اسم **الملک** 5 مرتبہ، **الملیک** ایک مرتبہ، اور **المالک** دو مرتبہ وارد ہوا ہے۔

هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ (سورۃ الحشر آیت 23)

(اللہ) جو بادشاہ ہے، تقدس کا مالک ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (سورۃ القمر آیت 54، 55)

(البتہ) جن لوگوں نے تقوی کی روش اپنار کھی ہے وہ باغات اور نہروں میں ہوں گے۔ ایک سچی عزت والی نشست میں۔ اس بادشاہ کے پاس جس کے قبضے میں سارا اقتدار ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (سورۃ آل عمران آیت 26)

کہو کہ: اے اللہ اے اقتدار کے مالک تو جس کو چاہتا ہے اقتدار بخشتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

اَلْقُدُّوسُ

(نہایت مقدس)

القدوس مبالغے کا صیغہ ہے۔ اس کا مادہ قدس ہے۔ **قدس** کے معنی ہیں تمام بری صفات سے پاکیزہ اور منزہ ہونا اور قدوس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بدرجہا بالا و برتر ہے کہ اس کی ذات میں کوئی عیب یا نقص یا کوئی قبیح صفت پائی جائے بلکہ وہ ایک پاکیزہ ترین ہستی ہے جس کے بارے میں برائی کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک۔ قرآن مجید میں یہ نام 2 مرتبہ آیا ہے۔

الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (سورۃ الجمعہ آیت 1)

جو بادشاہ ہے، بڑے تقدس کا مالک ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے جس کی حکمت بھی کامل ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

اَلسَّلَامُ

(سراسر سلامتی)

السلام جس کے معنی ہیں سلامتی۔ کسی کو **سلیم** یا **سالم** کے بجائے سلامتی کہنے سے خود بخود مبالغے کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ ذات جو ذاتی، صفاتی عملی کمال کی وجہ سے ہر قسم کے عیوب و نقائص سے سلامتی والا ہے، وہ ساری مخلوقات کو سلامتی عطا فرماتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ نام ایک مرتبہ آیا ہے۔

الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلٰمُ (سورۃ الحشر آیت 23)

(اللہ ہی) جو بادشاہ ہے، تقدس کا مالک ہے، سلامتی دینے والا ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ

(امن دینے والا)

اس لفظ کا مادہ **امن** ہے۔ **امن** کے معنی ہیں خوف سے محفوظ اور ہونا اور مومن وہ ہے جو دوسرے کو امن دے۔ وہ ذات جو اپنی وحدانیت کے دلائل سے اپنی صداقت بیان کرے، رسولوں اور ان کے پیروکاروں کی تصدیق کرے جو اپنے بندوں کو ظلم سے امان دے، وہ اپنے بندوں کو ایسے احکامات دیتا ہے، جن سے دلی اطمینان اور باہمی محبت وجود میں آتی ہے، وہی لوگوں کو دنیا و آخرت میں پیش آمدہ خوف سے امان دیتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ نام ایک بار آیا ہے۔

اَلْقُدُّوسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّر (سورۃ الحشر آیت 23)

(اللہ) جو تقدس کا مالک ہے، سلامتی دینے والا ہے، امن بخشنے والا ہے، سب کا نگہبان ہے بڑے اقتدار والا ہے، ہر خرابی کی اصلاح کرنے والا ہے، بڑائی کا مالک ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖

اَلْمُهَيْمِنُ

(نگہبان)

المهيمن کے تین معنی ہیں۔ ایک نگہبانی اور حفاظت کرنے والا۔ دوسرا شاہد جو دیکھ رہا ہے کہ کون کیا کرتا ہے۔ تیسرا قائم بامور الخلق، یعنی جس نے لوگوں کی ضروریات اور حاجات پوری کرنے کا ذمہ اٹھا رکھا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج5، الحشر، ص414، حاشیہ 40)۔ قرآن مجید میں یہ نام صرف ایک بار آیا ہے۔

السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ (سورۃ الحشر آیت 23)

سلامتی دینے والا ہے، امن بخشنے والا ہے، سب کا نگہبان ہے

❖❖❖❖❖❖❖

اَلْعَزِيْزُ

(سب پر غالب، بالادست، بڑا زبردست)

قوت، غلبہ اور بلند رتبہ والا۔ ایسی ہستی جس کے مقابلہ میں کوئی سر نہ اٹھا سکتا ہو، جس کے فیصلوں کی مزاحمت کرنا کسی کے بس میں نہ ہو، جس کے آگے سب بے بس اور بے زور ہوں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورۃ البقرۃ آیت 260)

اور جان رکھو کہ اللہ پوری طرح صاحب اقتدار بھی ہے اعلیٰ درجے کی حکمت والا بھی۔

العزیز کا مادہ **ع ز ز** ہے، عزت کا مفہوم عربی زبان میں اردو کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہے۔ اردو میں عزت محض احترام اور قدر و منزلت کے معنی میں آتا ہے، مگر عربی میں عزت کا مفہوم یہ کہ کسی کو ایسی بلند اور محفوظ حیثیت حاصل ہو جائے کہ کوئی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ دوسرے الفاظ میں، ناقابل ہتک حرمت کا ہم معنی ہے۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (سورۃ النساء آیت 139)

عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کی ہے۔ (تفہیم القرآن، ج3، مریم، ص80، حاشیہ 45)

❖❖❖❖❖❖❖

فلسطین کے مسئلے پر بھی علماء سب سے آگے

محترمہ زنیرہ عقیل صاحبہ

اس موجودہ وقت میں جب کہ فلسطین کے مجاہدین نے اسرائیل کو ان کے مظالم کا جواب دینا شروع کیا ہے 17000 سے زیادہ شہادتیں ہونے کے باوجود فلسطین کے مجاہدین ڈٹے ہیں اور ہر محاذ پر اسرائیل کو منہ توڑ جواب دے رہے ہیں اور آج تک جتنا کچھ ہم نے پڑھا اور دیکھا ہے ان مجاہدین نے سب سے زیادہ نقصان اسرائیل کو پہنچایا ہے اور اس امر کی ضرورت ہے کہ امت مسلمہ مل کر ان کا ساتھ دیں

اُمتِ مسلمہ کے تمام طبقے اور افراد اپنی اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق فلسطین اور بالخصوص غزہ کے مسلمانوں کی مدد کے مکلف ہیں۔ مسلمان کی شان یہی ہے کہ اپنے فریضے کی ادائیگی میں استطاعت کے مطابق پوری کوشش کرے اور جو کچھ کرے محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لیے عبادت سمجھ کر کرے۔

مظلوم اہلِ فلسطین کی جس سطح پر عالمِ اسلام کی طرف سے دادرسی ہونی چاہیے تھی، اس میں اُمتِ مسلمہ کی طرف سے کوتاہی واضح نظر آرہی ہے، تاہم اس اجتماعی کمزوری کا ذمہ دار اُمت کے کسی ایک طبقے کو ٹھہرانا مناسب نہیں ہے۔

لیکن ہمارے وطن میں اس وقت جو علماءِ کرام اپنے اپنے دائرے میں جس طور پر بھی مسئلۂ فلسطین کے لیے کردار ادا کر رہے ہیں، خواہ وہ مسئلۂ فلسطین سے آگاہی اور عوامی شعور کی بیداری ہو یا رفاہی نوعیت کی خدمات ہوں یا منظم و پُر اُمن احتجاج ہو یا سفارتی و سیاسی سطح پر مؤثر آواز بلند کرنے کی سعی ہو، یہ سب اکابر اہلِ علم کی مشاورت، ان کی دعاؤں اور سرپرستی کے نتیجے میں ہی ہے، بلکہ عوام الناس اور دیگر

طبقات کی طرف سے بھی اس حوالے سے جتنی مثبت کوششیں ہو رہی ہیں، انہیں علماءِ کرام کی تائید حاصل ہے؛ لہٰذا انہیں اپنے فریضے میں کوتاہ شمار نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ علماء کرام فی الوقت سے سے آگے ہیں۔

ہمارے علماءِ کرام اجتماعی اور انفرادی طور پر حسبِ استطاعت کردار ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن یہ پوری اُمتِ مسلمہ کا اجتماعی مسئلہ اور درد ہے لہٰذا پوری اُمتِ مسلمہ کا دینی واخلاقی فرض ہے کہ وہ متفق و متحد ہو کر فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کا ہر ممکن تعاون کرے، ان کی نصرت وحمایت کے لیے اُمت کے تمام طبقے اپنی حیثیت اور وسعت کے مطابق ہر ہر سطح پر بھرپور کردار ادا کریں، اپنے ملکی قانون اور دستور کے دیے گئے حقوق کے تحت اپنی حکومتوں پر دباؤ ڈالیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی وسعت وقدرت کے تحت اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی دادرسی کے لیے اپنے وسائل بروئے کار لائیں اور مسلمان حکمرانوں پر شرعًا واخلاقًا لازم ہے کہ بیت المقدس کے مظلوم مسلمانوں کی نصرت وحمایت کے لیے میدانِ عمل میں آئیں، اور اُن کے تحفظ، دفاع اور بحالی کے لیے اپنی دفاعی طاقت، انسانی حقوق اور سفارتی اثر ورسوخ کا بھرپور استعمال کریں۔

کیوں کہ یہود و نصاریٰ جہاں جہاں ہیں انہوں نے ہر قسم کی امداد اپنے یہودیوں کی مدد کے لیے بھیجی ہیں بحری بیڑے اسلحہ بارود اور افواج تک فلسطین کے خلاف لڑ رہے ہیں اور ان کے مردار ہونے کے بعد ان کی خبریں آجاتیں ہیں کہ فلاں فلاں ملک سے یہ افواج لڑنے آتے تھے تو پریشانی اس بات کی ہے کہ ہمارے حکمران کیوں خاموش ہیں۔ کم از کم ان ممالک کی مذمت ہی کر دیں یا دھمکی دیں کہ اگر یہ لوگ اسرائیل کی مدد کرتے ہیں تو ہمیں بھی حق حاصل ہے کہ ہم بھی مظلوم فسلطینیوں کی مدد کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری اُمتِ مسلمہ کو اپنے فرائض و ذمہ داریاں سمجھنے اور انہیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کی مدد و نصرت فرمائے۔

آمین یاربّ العالمین